خبر نامہ این بی ٹی

جلد-1 شمارہ-1

اپریل تا جون 2006

لاہور بین الاقوامی کتاب میلا 2006 کا انعقاد

لاہور بین الاقوامی کتاب میلہ ایکسپو سینٹر فارٹرس اسٹیڈیم لاہور کینٹ میں 2 مارچ سے 6 مارچ 2006 کو منعقد کیا گیا۔ اس کتاب میلہ کا افتتاح پنجاب کے گورنر، ریٹائرڈ لیفٹننٹ جنرل جناب خالد مقبول نے کیا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں انھوں نے کتابوں کی اہمیت اور اسے پڑھنے کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ لاہور میں اس کتاب میلہ کے انعقاد سے یہاں کے لوگوں میں مطالعہ کی عادت بڑھے گی۔ ہندوستان سے آئے ہوئے مندوبین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے اعتراف کیا کہ ہندوستان میں متوسط طبقے میں بھی انگریزی زبان کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے پاکستان کے انگریزی مصنفین ہندوستان سے اپنی کتابیں شائع کروانا چاہتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے، لیکن دراصل ایسی گنجائش لاہور میں بھی پیدا کی جانی چاہیے تاکہ یہاں کے ادیبوں کو دوسری جانب دیکھنے کی ضرورت کم پڑے۔

اس کتاب میلہ میں 125 سے زیادہ ناشروں نے شرکت کی۔ ان میں تقریباً 40 ناشرین ہندوستان سے آئے ہوئے تھے۔ جن میں نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کے علاوہ قابل ذکر نام یہ ہیں۔ ساہتیہ اکادمی، فیڈریشن آف انڈین پبلیشر، انجمن ترقی اردو، ہارپر کالنس، اورینٹ لانگ مین، پینگوئین بکس انڈیا وغیرہ۔



اس میلے میں ہندوستان سے چند اہم شخصیات نے شرکت کی اور انھوں نے پبلشنگ کے مختلف امور پر پاکستان کے ادیبوں، صحافیوں اور پبلشرز سے اظہار خیال کیا۔ اس کتاب میلہ میں ہندوستان سے شریک ہونے والی اہم شخصیات میں نیشنل بک ٹرسٹ کی ڈائریکٹر محترمہ نزہت حسن اور اردو ایڈیٹر ڈاکٹر شمس اقبال کے علاوہ پنجابی کی ادیبہ محترمہ اجیت کور، ہندی کے اہم افسانہ نگار جناب کملیشور اور ہندی کے شاعر جناب ارون کمل شامل تھے۔ جناب شکتی ملک اور جناب سدھیر ملہوترا بھی اس میلہ میں موجود تھے۔ اردو کے مشہور ناقد اور ساہتیہ اکادمی کے صدر پروفیسر گوپی چند نارنگ نے بھی اس میلے میں شریک ہوکر لوگوں کی حوصلہ افزائی کی۔

اس میلے میں مختلف قسم کے ثقافتی اور ادبی پروگراموں کا بھی انعقاد کیا گیا۔ 2 مارچ 2006 کو ''مرد ادیبوں نے اپنی تحریروں میں عورتوں کو کس طرح پیش کیا'' کے عنوان سے ایک مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت محترمہ فہمیدہ ریاض نے کی۔ محترمہ فاطمہ حسن، محترمہ پروین ملک اور ڈاکٹر عطیہ سید نے اس مذاکرے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ 4 مارچ 2006 کو ''گلوبلائیزیشن اور زبانوں کی تشکیل نو'' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس کی صدارت پروفیسر گوپی چند نارنگ نے کی۔ مقالہ نگار کی حیثیت سے جناب آصف فرخی، جناب ناصر عباس نیر اور جناب امجد طفیل شریک ہوئے۔ اردو کے مشہور کہانی کار جناب انتظار حسین بھی اس موقع پر موجود تھے۔

میلے میں ہندوستانی کتابوں کی مانگ بہت زیادہ تھی اور ان کی فروخت بھی اچھی رہی۔ ہندوستان سے زیادہ تر انگریزی زبان کی کتابیں موجود تھیں۔ نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، ساہتیہ اکادمی اور انجمن ترقی اردو نے اردو زبان کی کتابیں اپنے اسٹال پر لگائی تھیں جنھیں خوب سراہا گیا اور تقریباً تمام کتابیں

فروخت بھی ہوئیں۔ لاہور کتاب میلہ میں اس بات کا احساس ہوا کہ 75 فی صد لوگ اردو کی کتابیں خرید رہے تھے۔ جن میں زیادہ تر سوشل سائنس، سوانح اور ادب کی کتابیں تھیں۔ بچوں کی کتابیں بھی اردو اور انگریزی میں فروخت ہو رہی تھیں۔

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی ڈائریکٹر محترمہ نزہت حسن نے پاکستان میں مختلف پبلشرز سے کتابوں کی فروخت اور مطالعہ کی عادت کو فروغ دینے کے مختلف زاویوں پر غور و خوض کیا۔ ان میں اہم نام یہ ہیں۔ جناب عزیز خالد، صدر، پاکستان پبلشرز اینڈ بک سیلرز ایسوسی ایشن، جناب جہانگیر عزیز، صدر، پنجاب ٹیکسٹ بورڈ، محترمہ امینہ سیداوے، مینیجنگ ڈائریکٹر او یو پی پاکستان، جناب ذبیر سعید، صدر ایل آئی بی ایف اور جناب نجم سیٹھی، سکریٹری جنرل ایل آئی بی ایف۔

لاہور بین الاقوامی میلہ 2006 کو کامیاب اس لیے بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک نئی پہل ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ اس کی اہمیت بڑھتی ہی جائے گی، اس بات کی مجھے امید ہے۔

---

17 واں نئی دہلی عالمی کتاب میلہ کا افتتاح



17 ویں نئی دہلی عالمی کتاب میلہ کا افتتاح مرکزی وزیر برائے ترقی انسانی وسائل جناب ارجن سنگھ کے ذریعہ پرگتی میدان کے ہنس دھونی تھیٹر میں اختتام پذیر ہوا۔ پدم وبھوشن سے نوازے گئے ہندوستان کی ادبی دنیا کی عظیم مصنفہ 80 سالہ مہا شویتا دیوی، تاریخ نویسی کی اہم ستون رومیلا تھاپر اور دنیا کے تاریخ کے عظیم تاریخ داں پروفیسر بپن چندرا (جو خوش قسمتی سے نیشنل بک ٹرسٹ کے صدر ہیں) کے علاوہ اہم اور بڑے ناشرین کی موجودگی ہم سب کو کتابوں کی دنیا میں یکا یک کھینچ لے گئی۔ تاریخ اور ادب کی دنیا کی مشہور ہستیوں کا اسٹیج پر انکی موجودگی واقعی تقریب ہر نظریے سے پروقار رنگ رہی تھی۔



ہر ایک دوسرے سال منعقد ہونے والے کتابوں کے اس عظیم الشان میلے میں پروفیسر چندرا نے اپنے استقبالیہ کلمات میں مہمان خصوصی جناب ارجن سنگھ کو "کتابوں کے عاشق اور سنجیدہ طالب علم" کہا۔ کثیر ثقافتی سماج میں مشترکہ تہذیب کے موضوع پر مرکوز تھیم سے متعلق میلے میں بولتے ہوئے جناب بپن چندرا نے کہا کہ ہندوستان میں ہر سال کم و بیش 70 ہزار سے زیادہ کتابوں کی طباعت ہوتی ہے۔ اور 15 زبانوں کی فعال کارکردگی کا ذکر کیا۔ مزید پنڈت جواہر لعل نہرو اور مہاتما گاندھی کی کتاب دوستی کا ذکر کیا۔ دوسرے کتاب دوستوں میں مہادیو گووند راناڈے، راجا رام موہن رائے، بال گنگا دھر تلک کا نام بھی نہایت احترام سے لیا۔ جناب چندرا نے بتایا کہ کس طرح کارل مارکس کی داس کیپٹل کے متعلق گاندھی نے کہا کہ اس میں کچھ نیا نہیں ہے۔ اپنے مختصر لیکن نہایت مفید تقریر میں مرکزی وزیر ترقی انسانی وسائل جناب ارجن سنگھ نے سب سے پہلے تھیٹر کی گیلری میں پرجوش بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوری تقریب کو "بچوں کے لیے مخصوص" قرار دیا۔ کتابوں سے محبت کا خیال ان کے دل پر اس قدر حاوی رہا کہ وہ اس لگاؤ کو "لت" کہنے سے بھی گریز نہ کرسکے۔ حالانکہ آج کی بھاگ دوڑ کی زندگی میں وقت کی کمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب سنگھ نے جنگی لی کر فائل سے رومانس بھلا کیسے ہوسکتا ہے۔ اس لیے وہ خوش نصیب ہیں جو کتابوں کی دکانوں میں چند گھنٹے گذار





پاتے ہیں۔ انھوں نے اس بات پر فکر ظاہر کی کہ آج کئی لوگ کتاب پڑھنے کو وقت کی بربادی ماننے لگے ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے کم سے کم ایک مخصوص موضوع کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیا۔ اکتوبر 2006 میں فرینک فرٹ میلے میں ہندوستان کو مہمان ملک کا اعزاز حاصل ہونے پر جناب سنگھ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے یقین دہانی کرائی کہ نیشنل بک ٹرسٹ فرینک فرٹ میں بھی ہندوستان کی تہذیب، ادب اور ثقافت کو نمایاں طور پر اجاگر کرنے میں کامیاب ثابت ہوگا۔





سو سال جینے کی تمنا کے ساتھ اسٹیج پر موجود مہاشویتا دیوی نے واضح لفظوں میں کہا کہ انھیں عوامی زندگی سے بھرپور پیار ملا ہے۔ وہ مخصوص طور پر مختلف النسل معاشرے کی سادگی، اعزاز اور پھر پدم وی بھوشن کے تئیں بہت زیادہ رومانی ہیں۔ حالانکہ انھوں نے علاقائی زبانوں میں تعلیم و تعلم کی عدم دلچسپی کے تئیں فکر کا اظہار کیا اور اس کے فروغ کا پیغام دیا۔ درج فہرست سماج کے جذبات سے شرابور مہاشویتا دیوی نے کوکلہ رنت منجن، انگو چھا کا بھی ذکر کیا جو بلاشبہ علاقائی تہذیب و تمدن کو بڑھاوا دینے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر اور ای میل کے کرامات سے دور اس کاغذ قلم کے سپاہی نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں لائبریری تحریک شروع کرنے کی بات کی اور نیشنل بک ٹرسٹ سے درخواست کی کہ کتابوں کی تشہیر کے لیے لگاتار جد و جہد کرے۔

پروگرام کی صدارت کر رہی محترمہ رومیلا تھاپر نے مطالعہ کی دلچسپی کے متعلق بتایا کہ کس طرح کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر موجود ادب مطبوعہ کتابوں کے مقابلے نامکمل لگتے ہیں۔ ایک بہت ہی معرکے کی بات محترمہ تھاپر نے کہی وہ یہ کہ انٹرنیٹ پر دستیاب کتابوں کا تنقیدی تبصرہ نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں اچھے برے ادب کا ایک ساتھ انضمام پایا جاتا ہے۔ جبکہ مطبوعہ کتابوں کے تبصرہ کی قدیم اور عالمی روایت رہی ہے۔ جو قارئین کو اچھی



کتابوں کے لیے حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور بری کتابوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ لائبریری تحریک کی وکالت کرتے ہوئے انھوں نے وہاں بیٹھنے کی عافیت کی مانگ کی۔ تاکہ لوگ پڑھتے پڑھتے جھپکی بھی لے سکیں۔ تقریب کے اختتام سے قبل مشہور شاعر گلزار کی اردو نظم بعنوان ''کتابیں'' واقعی رومانی لگیں جسے ڈاکٹر شمس اقبال نے پڑھ کر سنایا۔ پروگرام کی نظامت اور مہمانوں کا استقبال نیشنل بک ٹرسٹ کی ڈائریکٹر محترمہ نزہت حسن نے کیا۔



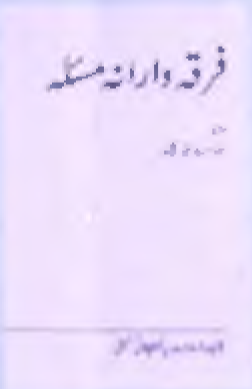
اور اس طرح شروع ہوئی نو دنوں کا کتابوں سے رومان کی یہ مخصوص تقریب جو سال در سال نہیں، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔





ہماری مطبوعات

(نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا نے کانپور فسادات (مارچ 1931) پر تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کی تلخیص بعنوان "فرقہ وارانہ مسئلہ" شائع کی ہے جس کا اردو ترجمہ مرزا اے۔ بی۔ بیگ نے کیا ہے۔ اس کتاب کا تعارف پروفیسر بپن چندرا نے لکھا ہے جسے ہم اپنے قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں۔)



ہندو مسلم فسادات کانپور میں 24 مارچ 1931 کو بڑے سفاکانہ طور پر شروع ہوئے اور کئی دنوں تک چلتے رہے۔ ایک مشہور صحافی اور اتر پردیش صوبائی کمیٹی کے صدر گنیش شنکر ودیارتھی کا اس وقت قتل کر دیا گیا جب وہ فرقہ واریت کی آگ کو بجھانے اور خطرے میں گھرے لوگوں کی امداد کی کوشش کر رہے تھے۔

مارچ 1931 کے اواخر میں منعقدہ اپنے کراچی اجلاس کے دوران انڈین نیشنل کانگریس نے کانپور فسادات کی تفتیش کے لیے ایک چھ رکنی کمیٹی کی تشکیل کی تاکہ فرقہ وارانہ کشیدگی کے اسباب معلوم کیے جائیں اور فرقہ واریت اور فرقہ وارانہ دشمنی کو دوسرے علاقوں میں پھیلنے سے روکنے کے اقدام پیش کیے جائیں۔ اس کمیٹی نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے اکتوبر 1931 میں اپنی رپورٹ پیش کی جس نے اسے فوری طور پر شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ رپورٹ 1933 میں شائع ہوئی۔ چھ رکنی کمیٹی نے جدید ہندوستان میں فرقہ واریت کے آغاز اور اس کے ارتقا اور فروغ کے متعلق بہترین ممکن اصولی تجزیہ کیا اور ساتھ ہی اس کے سدباب اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی تدابیر پیش کیں۔ لیکن استعماری حکومت نے اسے فوراً ممنوع قرار دیا۔ اس کے بعد سے اس کی دستیابی آسان نہیں رہی۔ چونکہ فرقہ واریت ہنوز ہندوستانی عوام اور نظام کے لیے ایک اہم خطرہ ہے لہٰذا نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا نے اس کی تلخیص شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ فسادات کی تفاصیل، کمیٹی کے ارکان کے ذریعے لیے گئے بیانات، گواہوں کے ناموں کی فہرست، فسادات میں ہونے والی بھیانک تباہی کی تصاویر اور کمیٹی اور اس کے ارکان کی اردو اور ہندی زبانوں میں عام اپیل کو چھوڑ کر رپورٹ کے تمام حصے اس کتاب میں شامل ہیں۔ بھگوان داس کے ذریعے پیش کی گئی کارگزاری کا ایک حصہ نوٹ میں شامل کیا گیا ہے۔

۱

یہاں ہم مختصراً رپورٹ کے تین نتیجہ خیز یا بنیادی مشاہدات کی جانب اشارہ کر سکتے ہیں۔ اول یہ کہ فرقہ واریت کو دراصل ایک فرقہ وارانہ سوچ یا زاویہ نظر یعنی ایک نظریے کی شکل میں دیکھنا ہوگا۔ فسادات کو "ایک علاحدہ اور غیر معمولی واقعہ" تصور نہیں کر سکتے۔ یہ فرقہ وارانہ ذہنیت کے پھیلنے کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں۔ اس رپورٹ

کے چیئرپرسن کے ذریعے پیش کی گئی یادداشت کا اقتباس نقل کرتے ہیں: "کانپور فسادات تو اس ناسور کا شدید ترین مظاہرہ تھا جو پچھلے دس بارہ برسوں سے بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا جس کے جراثیم ہندوستان کی سیاست نے کم سے کم چند نسل پہلے چھوڑے تھے۔" جب فرقہ وارانہ ذہنیت رچ بس جاتی ہے تو "فسادات، اس میں دلچسپی رکھنے والی کسی بھی جماعت کی ایما پر ان کی خواہش کے مطابق کبھی بھی اور کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔" پس کمیٹی اس نتیجے پر پہنچی کہ "صرف وقتی مرہم رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا"۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ "اس مسئلے کی ایک مکمل جانچ" ہو اور اس کی بنیاد پر دیرپا تدابیر کو اپنایا جائے۔ فرقہ وارانہ مسئلے کی "کانپور فسادات کو اس مرض کی سنگین خارجی علامت کے طور پر برتتے ہوئے اس کی کلیت" میں جانچ کی گئی۔ اور تب اس مرض سے نبرد آزما ہونے کے لیے اس جانچ کی بنیاد پر دیرپا تدابیر عمل میں لائی گئیں۔

دوم، رپورٹ نے انیسویں اور بیسویں صدی کے اوائل میں استعماری مصنفین اور منتظمین کے ذریعے پیدا کیے گئے ہندوستانی تاریخ کے نظریے کی فرقہ واریت کی ترویج و اشاعت میں سنگین کردار پر زور دیا ہے۔ تاریخ کا یہی نظریہ بعد میں ہندو اور مسلمان فرقہ پرستوں نے بھی اپنایا۔ فرقہ واریت کی بنیاد اس کی اصل اور اس کی اشاعت ہندوستانی تاریخ کے اس 'گمراہ نظریے' پر ٹکی تھی۔ علاوہ ازیں، رپورٹ نے اس بات کا ذکر کیا کہ ہندوستانی تاریخ کا فرقہ وارانہ نظریہ رگ و پے میں اس قدر سرایت کر گیا تھا کہ جو لوگ بصورت دیگر سیکولر نیشنلسٹ تھے انھوں نے بھی اس نظریے کو قبول کیا۔

لہٰذا فرقہ واریت کے خلاف جد و جہد کا سب سے پہلا اور اہم قدم یہ ہے کہ ہندوستانی تاریخ کے اس غلط فرقہ وارانہ نظریہ جو خاص طور سے اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کر کے فرقہ وارانہ ذہنیت پر قابو پایا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ رپورٹ کا اہم ترین حصہ عہد وسطی اور استعماری دور کی ہندوستانی تاریخ کے مطالعے کے لیے وقف ہے۔

رپورٹ کے مصنفین نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ فرقہ واریت ایک 'کافی قدیم' مسئلہ نہیں تھا جسے انیسویں صدی کے ہندوستانیوں نے اپنے اسلاف سے وراثت میں

پایا تھا۔ بلکہ یہ ایک جدید تصور تھا جس کی نشو و نما دورِ جدید میں ہوئی تھی۔ استعماری ہندوستان سے قبل اس کا وجود نہیں تھا۔

سوم، رپورٹ کے مصنفوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مذہبی اختلافات فرقہ واریت کے ارتقا اور فروغ کے ذمے دار نہیں تھے البتہ برطانوی اور فرقہ پرستوں نے ان اختلافات کا استعمال فرقہ وارانہ ذہنیت کی ترویج کے لیے ضرور کیا۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ "یقیناً ان کے مذاہب میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک ساتھ اچھے پڑوسی اور شہری کی طرح آپس میں امن و آشتی کے ساتھ رہنے سے باز رکھ سکے۔" وہ "راجاؤں اور سپہ سالاروں کے تصادم" کے باوجود عہدِ وسطیٰ میں "ایک مشترکہ ثقافت" کے ارتقا کی جانب بھی اشارہ کرتے ہیں۔

۲

رپورٹ کا ایک بیش قیمتی اور خاص حصہ اس کی تدابیر کی شکل میں ہے۔ قومی اتحاد مختلف مذہبی فرقوں کی ایک دوسرے کے تئیں محض 'رواداری' پر مبنی نہیں ہو سکتا اس بات سے بحث کرتے ہوئے رپورٹ کے مصنفین حیات و ثقافت کے ان مختلف پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں جو ملک کے عوام کو متحد کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام تدابیر کا ہدف مشترکہ ثقافت، تعلیم، ایک ہی طرح کی معاشرتی اور سیاسی زندگی اور 'ایک ساتھ رہنے' کے جذبے کا فروغ ہونا چاہیے۔ اس کے بعد انھوں نے مذہبی، سماجی، ثقافتی، معاشی اور انتظامی قسم کی 'تدابیر' یا اقدام کی تجویز پیش کی ہیں جن میں سے بہت سی تدابیر آج بھی فوری اہمیت کی حامل ہیں۔

۳

رپورٹ کے اخیر میں تین علاحدہ نوٹ دیے گئے ہیں جن میں مختلف ارکان کمیٹی نے رپورٹ کے ساتھ اپنے بنیادی اتفاق کا اظہار کیا ہے اور انھوں نے اپنی دستخط کے ساتھ اس کی توثیق بھی کی ہے البتہ تدابیر کے سلسلے میں انھوں نے چند تجاویز پر اختلافِ رائے ظاہر کیا۔

اورنگ آباد کتاب میلے کا منظر جس میں ٹرسٹ کی تازہ مطبوعات 'لندن کی ایک رات' کا اجرا محترمہ جیلانی بانو نے کیا









تبصرہ وتعارف



لوک کہانیاں بھارت سے، مترجم: طاہرہ حسن، صفحات: 437
قیمت: 120 روپے، ناشر: نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، گرین پارک، نئی دہلی
مبصر: اظہار احمد ندیم

ہندوستان میں لوک ادب کی وسیع روایت موجود رہی ہے۔ یہ ادب خواہ کہانیوں کی شکل میں ہو یا گیتوں کی شکل میں، اپنی مٹی، اپنی تہذیب اور اپنی ثقافت سے گہرے طور پر وابستہ ہے۔ لوک ادب میں ہندوستانی گاؤں اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ منظر عام پر آتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب "لوک کہانیاں بھارت سے"، میں ہمارے ملک کی مختلف ریاستوں کی لوک کہانیاں پیش کی گئی ہیں۔ ہم جیسے جیسے ان کا مطالعہ کرتے جاتے ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک دلچسپ حقائق ہمارے سامنے آتے چلے جاتے ہیں اور مختلف ریاستوں کی تہذیب میں جو فرق ہے وہ اجاگر ہوتا جاتا ہے۔ مثلاً کنڑ میں محاورہ "چراغ تلے اندھیرا" سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ ایک پاکباز آدمی میں بھی برائیاں ہو سکتی ہیں جبکہ اس کے برعکس کشمیری میں یہ محاورہ "ایک نیک دل راجا کے بہت برے مصاحب ہو سکتے ہیں" کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی دوسری مثال یہ ہے کہ ہمارے گھروں میں کہانی کے خاتمے پر نانی یا دادی اماں بچوں سے یہ سوال پوچھتی ہیں کہ بتاؤ بچو اس کہانی سے تم نے کیا سبق حاصل کیا، مگر ہمارے ہی ملک کی دوسری زبانوں میں کہانیوں کے خاتمے کے لیے کچھ الگ قسم کے جملے مخصوص ہیں جیسے آسامی میں کہانیوں کا خاتمہ یوں ہوتا ہے کہ "ہمیں اپنے کپڑے دھوبی کے یہاں بھیجنے تھے، چنانچہ ہم گھر چلے آئے"، تیلگو میں یہ کہتے ہیں کہ "کہانی کانچی چلی گئی اور ہم آگئے، ہم یہاں ہیں۔" کنڑ میں یہ کہتے ہیں کہ "وہ لوگ وہاں ہیں اور ہم یہاں ہیں۔" بھوجپوری میں کہتے ہیں "قصہ گیا بن میں، سوچو اپنے من میں۔"

اردو میں لوک کہانیوں کی اشاعت پر کم توجہ دی گئی ہے۔ حالیہ دنوں میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اس جانب توجہ مرکوز کی ہے اور لوک کہانیوں کے کئی انتخاب شائع کیے ہیں جن میں "بھارت کی لوک کتھائیں" (تین جلدوں میں) "ہندوستان کی لوک کہانیوں کا خزانہ" (دو جلدوں میں)، "ہماری لوک کہانیاں"، "تورتن کہانیاں"، "مصر اور شمالی افریقہ کی کہانیاں"، مالوے کی کہانیاں" اور دیس دیس کی کہانیاں" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بہار اردو اکادمی نے "دنیا کی لوک کہانیاں" (مرتب: احمد جمال پاشا) شائع کی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے مرتب اے۔ کے۔ رامانجن شکاگو یونیورسٹی میں درس وتدریس کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اس کتاب کے لیے انھوں نے ہندوستان کی بائیس زبانوں سے کہانیاں منتخب کی ہیں۔ اسلوب اور زبان میں اے۔ کے۔ رامانجن نے جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں تبدیلی کی ہے تاکہ کہانی کی روانی اور دلچسپی متاثر نہ ہو۔ کہانیوں کا الگ الگ خانہ قائم کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک خانے میں اس طرح کی کہانیاں ہیں جن میں مرد مرکزی کردار ہیں دوسرے میں وہ کہانیاں ہیں جن میں عورتیں مرکزی کردار ہیں۔ آخر میں مزاحیہ کہانیاں ہیں۔ کتاب دلچسپ ہے اور قارئین پر ایک تاثر قائم کرتی ہے۔

طاہرہ حسن نے اس کتاب کا انگریزی سے بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ کہانیوں کو پڑھتے وقت ترجمے کی بجائے اصل کا گمان گزرتا ہے۔ کتاب کا سرورق دیدہ زیب ہے۔ امید ہے کہ اردو قارئین اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

(بشکریہ "اردو دنیا" اگست 2005)

نام کتاب: حکیم اجمل خاں، مصنف: حکیم سید ظل الرحمن

قیمت: 60,00 روپے

مبصر: ابرار رحمانی

حکیم اجمل خاں ہندوستان کی جنگ آزادی کے صف اول کے رہنماؤں میں سے ایک ہیں۔ حکیم اجمل خاں اپنے سیکولرزم اور وسیع المشرب خیالات کی وجہ سے ایک مقبول عام رہنما تھے۔ گاندھی جی ان کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے ان کا نہ صرف بے حد احترام کرتے تھے بلکہ انھیں از حد عزیز بھی رکھتے تھے۔ حکیم صاحب محض ایک طبیب یا معالج نہیں تھے جو دوا علاج کرکے لوگوں کو صحت عطا کرتے تھے بلکہ وہ اس سے آگے کچھ اور بھی تھے۔ انھیں اپنے عوام کی صحت کے ساتھ ساتھ اپنے وطن اور اپنے ملک کی صحت کی بھی بڑی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ اکثر وبیشتر وہ ملکی اور قومی معاملات میں گاندھی جی اور دوسرے قومی رہنماؤں کے شانہ بشانہ اپنے وطن عزیز کے تئیں غلطاں وپیچاں نظر آتے تھے۔ ان کی انھیں خصوصیت کے پیش نظر انھیں مسیح الملک کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔

مسیح الملک نے ملک کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ ملک نے بھی اپنے اس عظیم رہنما کو بھلایا نہیں ہے۔ حکومت ہند کے پبلی کیشنز ڈویژن نے "جدید ہندوستان کے معمار" سیریز کے تحت پہلے ہی ان پر ایک مبسوط کتاب شائع کی ہے۔ اب نیشنل بک ٹرسٹ نے ایک اور کتاب اسی نام سے "قومی سوانح حیات کا سلسلہ" کے تحت شائع کی ہے۔ موضوع اور مواد کے لحاظ سے دونوں کتابیں ظاہر ہے ایک ہی جیسی ہیں اور یہی ان کی انفرادیت ہے۔

زیر نظر کتاب حکیم سید ظل الرحمن کی تصنیف ہے جو خود ایک حکیم ہیں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں فیکلٹی آف یونانی میڈیسن سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے حکیم اجمل خاں پر بڑی خوبی سے کتاب ترتیب دی ہے بلکہ اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب میں تمہید کے علاوہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ خاندانی پس منظر احیا اور تجدید فن، تعلیمی اداروں سے تعلق، سیاسی سرگرمیاں اور اعلی انسانی قدریں — ان پانچ ابواب میں مختلف ذیلی اور ضمنی عنوانات کے تحت حکیم اجمل خاں کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہندوستان کی تحریک آزادی، یونانی طب اپنے اسلاف اور سیاسی گلیاروں سے دلچسپی رکھنے والے شائقین کے لئے یہ کتاب ایک قیمتی تحفہ ہے۔

(بشکریہ "یوجنا" اکتوبر 2005)

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فرقہ وارانہ مسئلہ　　مترجم: مرزا اے۔ بی۔ بیگ

مارچ 1931 کے کانپور فساد کی تحقیقات کے لیے انڈین نیشنل کانگریس (کراچی اجلاس 1931) کی نامزد تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ کی 1933 میں اشاعت کا استقبال استعماری حکومت نے اس پر پابندی لگا کر کیا۔ چونکہ فرقہ واریت ہنوز ہندوستانی عوام اور نظام کے لیے ایک اہم خطرہ ہے لہٰذا نیشنل بک ٹرسٹ نے اس کی تلخیص شائع کی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فیض یاب ہوسکیں۔

ISBN 81-237-4661-X قیمت: 70.00



لندن کی ایک رات　　سجاد ظہیر

مذکورہ ناول ہمارے ملک کے ان اہم ناولوں میں ہے جنھوں نے نئے عہد کے تہذیبی منظر نامے کے ایک نہایت اہم پہلو پر پہلے پہل توجہ دی ہے۔ اور وہ ہے دنیا کے ایک خطہ کے لوگوں کا اپنے علاقے سے نکل کر ایک اجنبی سرزمین پر بسنا اور وہاں سے مڑ مڑ کر اپنی تہذیب کو بھی نئے زاویہ سے دیکھنا اور وہاں سے ایک بدلتی ہوئی عالمی صورتحال پر بھی نظر رکھنا۔

ISBN 81-237-4563-X قیمت: 45.00

ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر (دوسری طباعت)　　وسنت مون　مترجم: خالد اشرف



دستور ہند کے خالق ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر صرف دلتوں کے ہی نیتا نہیں تھے، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے بلکہ وہ ایسی قومی شخصیت تھے جنھوں نے پورے ملک کے بارے میں، ہندوستان کی تاریخ کے بارے میں اور معاشرے کے بارے میں ایک بہت اہم طرز فکر فراہم کی ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر ایک دانشور مصنف، قانون داں، سیاست داں، سماج سدھارک، ماہر تعلیم کی شکل میں نئی پیڑھی کے سامنے روشن سورج کی طرح ابھر کر آتے ہیں۔

ISBN 81-237-2027-0 قیمت: 55.00

ایک تمنا ایک خواب (دوسری طباعت)　　گجو بھائی بدھیکا　　مترجم: طاہرہ حسن



مذکورہ کتاب یعنی 'دیواسوپنا' سب سے پہلے 1931 میں گجراتی زبان میں شائع ہوئی۔ تعلیم کے میدان میں یہ عالمی حیثیت کی ایک بنیادی تصنیف ہے۔ تعلیمی دنیا میں اس سے گجو بھائی کو ایک روشن مینار کی حیثیت ملی ہے۔

ISBN 81-237-1581-1 قیمت: 35.00



قرۃ العین حیدر کی منتخب کہانیاں (تیسری طباعت)

قرۃ العین حیدر کے افسانوں کا کینوس بے حد وسیع ہوتا ہے جس میں برصغیر کی تاریخ اور تہذیب کا پس منظر ہوتا ہے۔ زیر نظر مجموعے میں شامل افسانے آپ کی فکر و فن کے نادر نمونے ہیں۔

ISBN 81-237-1247-2

قیمت: 55.00



ایم۔ این۔ رائے (دوسری طباعت)　　وی۔ بی۔ کارنک

مترجم: مغیث الدین فریدی

یہ کتاب ہمہ گیر انسان دوستی کی سیاسی تحریک کے عظیم بانی ایم۔ این۔ رائے کی داستان حیات ہے۔

ISBN 81-237-4509-5 قیمت: 25.00



بازار حسن　　پریم چند

بازار حسن میں عورت کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس ناول میں فحاشی، عیاری اور بے حیائی سے اجتناب کی دعوت فکر و عمل ہے۔

ISBN 81-237-4559-1 قیمت: 110.00



چوگان ہستی　　پریم چند

چوگان ہستی ہندوستان کی مکدر سیاسی صورتحال اور سعی و عمل کی ترجمانی کرتا ہے۔ گاندھی جی کا فلسفۂ عدم تشدد واضح انداز میں دکھائی دیتا ہے۔ اس ناول کا اہم کردار سورداس فلسفۂ عدم تشدد کی نمائندگی کرتا ہے اور گاندھی جی کی طرح ہی ہندوستان کی جدوجہد آزادی کی علامت بن جاتا ہے۔

ISBN 81-237-4558-3 قیمت: 190.00

مزید جانکاری کے لیے لکھیں

مینجر (سیلز اینڈ مارکیٹنگ)

اے۔5، گرین پارک، نئی دہلی۔110016

فون: 26564020, 26568052

پریم چند جدید ہندوستان کے سب سے پہلے ناری وادی تھے: وزیر اعظم

''زندگی کے باریک اندھیرے اور مایوسی میں حسن اور تکمیلیت کو تلاش کرنے والا ادب عظیم ادب ہوتا ہے۔ پریم چند کی تحریر اسی درجہ کی ہیں، جس نے پوری دنیا کی ترقی پسند طاقتوں کو گہرائی تک متاثر کیا ہے۔'' یہ ملک کے وزیر اعظم ڈاکٹر منوہن سنگھ کے قول ہیں۔ وہ نیشنل بک ٹرسٹ کے ذریعہ شائع پریم چند کے ناولوں بازار حسن (ہندی، اردو اور پنجابی میں) اور چوگان ہستی (ہندی اور اردو) کے رسم اجرا کے موقع پر خطاب کر رہے تھے۔ وزیر اعظم کی رہائش پر منعقدہ اس جلسہ میں ہندی کے مشہور ناقد ڈاکٹر نامور سنگھ اور اردو کے عالم پروفیسر محمد حسن مہمان خصوصی تھے۔



کتابوں کا اجرا کرتے ہوئے وزیر اعظم ڈاکٹر منوہن سنگھ، ساتھ میں ہیں پروفیسر بپن چندرا

کتابوں کا اجرا کرتے ہوئے وزیر اعظم ڈاکٹر منوہن سنگھ نے کہا کہ ''پروفیسر بپن چندرا کی رہنمائی میں نیشنل بک ٹرسٹ اس طرح کی کتابوں کی اشاعت کے ذریعہ قومی یکجہتی کے لیے مضبوط قدم اٹھا رہا ہے۔'' ڈاکٹر سنگھ نے پریم چند کی کئی تخلیقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پریم چند آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔

جلسہ کی نظامت ٹرسٹ کی ڈائریکٹر محترمہ نزہت حسن نے کیا۔

'عالمی یوم کتاب' کے موقعہ پر 23 اپریل 2006 کو ٹرسٹ کی دو کتابوں کا اجرا

'عالمی یوم کتاب' کے موقعہ پر 23 اپریل 2006 کو ٹرسٹ کی دو کتابوں کا اجرا خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ میں منعقد ہوا۔ ''سجاد ظہیر کی منتخب تحریریں'' جسے ڈاکٹر ابرار رحمانی نے مرتب کیا ہے۔ ''فرقہ وارانہ مسئلہ'' جس کا ترجمہ مرزا اے۔ بی۔ بیگ نے کیا ہے۔



تصویر میں بائیں سے ڈاکٹر امتیاز احمد، ڈائریکٹر خدابخش لائبریری، محترمہ نزہت حسن، پروفیسر آر۔ ایس شرما



تصویر میں دائیں سے محترمہ نزہت حسن، ڈائریکٹر، این بی ٹی، پروفیسر آر۔ ایس شرما، جناب شفیع مشہدی، ڈاکٹر امتیاز احمد

خبر نامہ این بی ٹی حکومت ہند کے وزارت ترقی انسانی وسائل کے تحت چلنے والا ادارہ نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کا اہم رسالہ ہے۔

اس رسالہ کے مضامین میں بیان کیے گئے خیالات سے ٹرسٹ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ایڈیٹر : ڈاکٹر شمس اقبال
پروڈکشن تعاون : دیوی دین

قارئین سے گذارش ہے کہ وہ خبر نامہ این بی ٹی کے بارے میں اپنے خیالات مدیر کو لکھیں۔

لیزر ٹائپ سیٹنگ اور لے آؤٹ ڈیزائننگ کیپیٹل گرافکس منیرکا میں کیا گیا۔

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی طرف سے محترمہ نزہت حسن کے ذریعہ اراولی پرنٹرس اینڈ پبلشرس، ڈبلیو 30-، اوکھلا فیز II ، نئی دہلی 110020 سے تقسیم اور اے 5 گرین پارک، نئی دہلی 110016 سے شائع شدہ۔